REGD No. L. 5254　61

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

فون نمبر ۴۹

جلد ۴۶/۱۱ | ۱۹ شہادة ۱۳۳۶ھش ۱۹ اپریل ۱۹۵۷ء | نمبر ۹۴

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۱۸ اپریل۔ سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ

طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمدللہ

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

کشمیر کے متعلق رپورٹ پیش کرنے کے لئے مسٹر یارنگ نیویارک پہنچ گئے

اقوام متحدہ کے سکرٹری جنرل مسٹر ہمرشول سے ملاقات

نیویارک ۱۸ اپریل۔ اقوام متحدہ کے نمائندے مسٹر یارنگ کشمیر کے متعلق رپورٹ پیش کرنے کے لئے کل نیویارک واپس پہنچ گئے۔ وہاں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد انہوں نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر ہمرشول سے ملاقات کی۔ جو پون گھنٹہ تک جاری رہی۔ بعد میں انہوں نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ ہندوستان اور پاکستان کے ساتھ میری جو بات چیت ہوئی ہے، میں نے اس کے بارے میں مسٹر ہمرشول سے گفتگو کی ہے۔ گفتگو کی تفصیلات بتانے سے انہوں نے انکار کر دیا ہے نیز کہا میں یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ رپورٹ مکمل کب ہوگی۔ ابتداءً انہوں نے اپنی رپورٹ ۱۵ اپریل کو پیش کرنی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ہفتہ کی مہلت مانگی تھی۔ اگر انہوں نے رپورٹ مکمل کر لی ہو تو یہ رپورٹ آئندہ پیر کو پیش ہو جانی چاہیئے۔

نہر سویز کے انتظام کا مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش کئے بغیر ہی حل ہو جائے گا

مصر اور امریکہ کے باہمی مذاکرات کے متعلق آئزن ہاور کی توقعات

واشنگٹن ۱۸ اپریل۔ صدر آئزن ہاور نے کہا ہے کہ امریکہ کو امید ہے کہ نہر سویز کے انتظام کا معاملہ سلامتی کونسل میں پیش کئے بغیر ہی حل ہو جائے گا۔ کل انہوں نے اپنی پریس کانفرنس میں ان خبروں کی تردید کی کہ امریکہ اس معاملے کو عنقریب اقوام متحدہ میں پیش کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا قاہرہ میں مصر اور امریکہ کے درمیان جو بات چیت ہو رہی ہے، اس سے امریکہ مایوس نہیں ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں بات چیت کچھ آگے ہی بڑھی ہے جس سے یہ امید بندھتی ہے۔ کہ بالآخر یہ مذاکرات نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں امریکی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے صدر نے کہا امریکہ اب بھی یہی سمجھتا ہے کہ نہر سویز اور خلیج عقبہ بین الاقوامی آبراستے ہیں۔ اور یہ تمام ملکوں کے جہازوں کے لئے کھلے رہنے چاہئیں۔

— کراچی ۱۸ اپریل۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت پاکستان نے پاکستان میں میجر جنرل ابوالحسین حجازی کا ایرانی سفیر و وزیر مختار کی حیثیت سے تقرر منظور کر لیا ہے۔

شاہ سعود اردن جائیں گے

عمان ۱۸ اپریل۔ قاہرہ ریڈیو کی اطلاع کے مطابق شاہ سعود ۶ مئی کو اردن کے چار روزہ سرکاری دورے پر جا رہے ہیں وہ اردن سے بغداد جائیں گے۔

پنڈت نہرو کی نئی کابینہ نے عہدہ سنبھال لیا

نئی دہلی ۱۸ اپریل۔ بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کل اپنی نئی کابینہ کا اعلان کر دیا۔ یہ کابینہ تیرہ ارکان پر مشتمل ہے۔ اور اس میں سابق وزیر بے محکمہ مسٹر کرشنا مینن کو وزیر دفاع کا عہدہ سونپا گیا ہے۔— نئی بھارتی کابینہ کے ارکان اور ان کے محکموں کی تفصیل درج ذیل ہے

(۱) پنڈت نہرو وزیر اعظم۔ امور خارجہ اور ایٹمی توانائی کا محکمہ بھی انہی کے پاس رہے گا (۲) مولانا ابوالکلام آزاد تعلیم اور سائنسی تحقیقات (۳) مسٹر گووند ولبھ پنت امور داخلہ (۴) مسٹر مرارجی ڈیسائی تجارت اور صنعت (۵) مسٹر جگ جیون رام ریلویز (۶) مسٹر گلزاری لال نندا۔ محنت۔ روزگار اور منصوبہ بندی (۷) مسٹر ٹی ٹی کرشنا ماچاری خزانہ (۸) مسٹر لال بہادر شاستری ٹرانسپورٹ اور مواصلات (۹) مسٹر سورن سنگھ۔ فولاد۔ معدنیات اور ایندھن (۱۰) مسٹر کے سی ریڈی تعمیرات مکانات اور رسد (۱۱) مسٹر اے پی جین خوراک اور زراعت (۱۲) مسٹر کرشنا مینن دفاع (۱۳) مسٹر ایس کے پاٹل۔ آبپاشی اور بجلی۔

دولت مشترکہ کے وزراء اعظم کی کانفرنس ۲۶ جون کو ہوگی

لندن ۱۸ اپریل۔ تعلقات دولت مشترکہ کے محکمے کی طرف سے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس ۲۶ جون کو لندن میں منعقد ہوگی۔

ابو نوار کو برطرف نہیں کیا گیا

دمشق ۱۸ اپریل۔ اردن کے وزیر خارجہ سلیمان نبلوسی نے دمشق کے اخبار "العالم" کو کل بتایا کہ جنرل ابو نوار کو اردنی فوج میں چیف آف سٹاف کے عہدے سے برطرف نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ وہ صرف دو ہفتہ کی رخصت پر ہیں۔ اس سے قبل یہ اطلاع آئی تھی کہ انہیں برطرف کر کے ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ اور وہ شام چلے گئے ہیں۔

ایجنسی الفضل پشاور

موجودہ ایجنٹ صاحب الفضل پشاور نے اطلاع دی ہے کہ وہ ایجنسی پشاور جاری نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا اگر کوئی دوست یہ کام پشاور میں کرنا چاہتے ہوں۔ تو اپنی درخواست بذریعہ امیر صاحب جماعت احمدیہ پشاور ۲۵ اپریل تک ارسال کر دیں۔ نیز جو احباب پشاور الفضل کے باقاعدہ خریدار ہیں۔ وہ بھی اپنے ڈاک کے پتہ سے مطلع کریں۔ تا بر وقت اخبار الفضل انہیں ملتا رہے۔ (مینیجر الفضل ربوہ)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۱۹ر اپریل ۱۹۵۷ء

"المنیر" میں ایک اور مراسلہ — آزادئ ضمیر

قسط دوم

سلسلہ کے لئے دیکھیں الفضل مورخہ ۱۷ر اپریل ۱۹۵۷ء

آزادئ ضمیر کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک حکومت کے زیر اثر رہنے والے تمام انسانوں کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ نیک نیتی سے نہ کہ فساد فی الارض کی نیت سے اپنے خیالات اور عقائد پر عمل کر سکیں۔ اور دوسروں تک پہنچانے میں کوئی روک محسوس نہ کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ کوئی کسی انجمن یا ایسوسی ایشن کے ملکیتی مکانات اور بستی میں داخل ہو کر انجمن یا ایسوسی ایشن کے ارکان کو ورغلائے۔ اور ان کے صدر یا دیگر عہدہ داروں کے خلاف زہر اگلے اور ابتری پیدا کرے۔ ملکی قانون جہاں صورت اول میں سب انسانوں کا برابر حق تسلیم کرتا ہے۔ صورت دوم میں انجمنوں اور ایسوسی ایشنوں کو بھی یہ حق دیتا ہے کہ وہ مخالف مواد کو باہر نکال دیں۔ اور ایسے ارکان کو جو ان کے قواعد وضوابط کو توڑیں۔ انہیں رکنیت سے محروم کر دیں۔ اور خود حفاظتی کے پیش نظر اپنے دیگر ارکان کو منع کر دیں۔ کہ ایسے لوگوں سے میل جول نہ رکھیں۔ ایسے اقدامات کو سوشل بائیکاٹ کا نام دینا پرلے درجہ کی غلط بیانی ہے۔ اور فریب دہی ہے۔ جس کی غرض محض اشتعال انگیزی ہے۔ اگر ملکی قانون خود حفاظتی کے ان اصولوں کو تسلیم نہ کرے۔ تو کوئی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ ہر طرف لاقانونی کا ہی دور دورہ ہو جائے۔ کیا باٹا والے باٹا پور میں آپ کو اپنی مصنوعات کے خلاف پراپیگنڈا کا حق دے سکتے ہیں۔ اگر وہ یہ حق نہ دیں، تو کیا آپ کہیں گے کہ باٹا والوں کو ملک میں اپنی مصنوعات فروخت کرنے کے لئے اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ جہاں باٹا والوں کا یہ حق ہے۔ کہ وہ بعض مصنوعات عام طور پر فروخت کریں۔ وہاں ان کا یہ بھی حق ہے۔ کہ وہ اپنی ملکیتی بستی میں آپ کو گھس کر ان کے خلاف پراپیگنڈا کرنے نہ دیں۔ کیا ان دونوں حقوق میں کوئی تضاد ہے؟

ہم نے "آزادئ ضمیر" کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ آزادئ ضمیر کا عام حق ہے۔ جو ملک کے ہر فرد کو حاصل ہے۔ ہم یہ حق نہیں مانگتے، کہ ہمیں مثلاً جماعت اسلامی کے مرکز میں گھس کر یا اہل حدیث کی مساجد میں گھس کر ان کے اصولوں اور ان کے پیشواؤں کے خلاف پراپیگنڈا کی اجازت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ حق نہیں بلکہ ناحق ہے۔ ابھی چند روز ہوئے۔ جماعت اسلامی میں اندرونی خلفشار رونما ہوا اور کئی ایک ارکان جماعت سے یا اپنے عہدوں سے برطرف کئے گئے۔ یا انہوں نے خود علیحدگی کر لی۔ ہم نے اس میں قطعاً دخل اندازی نہیں کی۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ملکی قانون ہر جماعت کو یہ حق دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے اندرونی معاملات جس طرح چاہے سرانجام دے۔ اور خود حفاظتی کی تدابیر قانون کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرے۔ ہم نے یہاں تک احتیاط کی ہے۔ کہ اپنی رائے تک ظاہر نہیں کی۔ حالانکہ اگر ہم چاہتے۔ تو ایسا کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے برخلاف جماعت احمدیہ نے جب چند مفسدین کو جماعت سے خارج کیا ہے۔ تو تمام مخالفین کے گھروں میں شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ احراریوں اور پیغامیوں کو جانے دیجئے۔ خود جماعت اسلامی کے اخبارات خوشیاں منا رہے ہیں۔ اور ایسے شر انگیز جھوٹے الزامات سے پُر مکتوبات شائع کرنے میں پیش پیش ہیں۔ جیسا کہ محولہ بالا مراسلہ اور برٹش گائنا والا مکتوب ہے۔ یہاں تک کہ شرعی احتیاط تک کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ اگر کوئی سوچے تو اسی ایک بات سے ہی حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کی حقانیت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

غنڈہ گردی کا علاج

المنیر نے اپنے پہلے صفحہ پر "کیا پاکستان کو غنڈہ گردی سے نہیں بچایا جا سکتا۔" کے زیر عنوان تحریر کیا ہے۔

"پاکستان میں سیاسی عدم استحکام اگرچہ بجائے خود قوم کی بے شعوری اور اپنی عظیم تر ذمہ داری سے غفلت ہی کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ عدم استحکام متعدد برے اثرات کا حامل بن رہا ہے، جن میں سے لاقانونیت اور غنڈہ گردی سب سے زیادہ ہلاکت آفریں ثابت ہو رہے ہیں۔

قتل۔ اغوا۔ ڈاکے۔ جعل سازی اور قانون شکنی کے واقعات اتنی کثرت سے ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ کہ اب نہ سفر میں جان و آبرو کی سلامتی کا اطمینان رہا ہے۔ اور نہ حضر میں ہی یہ اطمینان باقی رہا ہے۔ کہ کوئی شخص رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات چین سے گذار سکے گا۔ اسی ہفتہ کے آخر میں لاہور کی گنجان آبادی میں غنڈہ گردی کا جو شرمناک مظاہرہ ہوا ہے۔ اور جس طرح غنڈوں کی گولیوں سے راہ چلتے مسافر اور معصوم بچے ہلاک و زخمی ہوئے ہیں، اس سے یہ بات اب انتہائی خطرناک صورتِ حال اختیار کر گئی ہے۔ کہ اصل قوت قوم کے شرفاء نہیں ہیں۔ بلکہ غنڈے ہیں"۔

اس صورتِ حال کا صحیح علاج کیا ہے۔ معاصر مذکور لکھتا ہے:۔

"اس صورت حال کا صحیح علاج اس ملک کے شرفاء کا بیدار ہونا اور اس ملک میں اسلام کی اخلاقی اقدار اور دینی فرائض کو عملاً اپنانا ہے۔ ...... اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس ملک کے عوام میں یہ شعور پیدا کون کرے۔ اور ان کو کس طرح زندہ بیدار اور فعال بنایا جائے۔ ہمارا جواب یہ ہے، کہ یہ کام ان عناصر کا ہے۔ جو اس ملک میں اسلام کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا اسلامی عناصر اس فرض سے عہدہ برآ ہوں گے؟ اس فرض کی ادائیگی ہی پاکستان کو غنڈہ گردی سے بچانے کا واحد ذریعہ بن سکتی ہے"۔

ان اقتباسات میں ملک و قوم کی مہلک بیماری اور اس کا علاج جو بتایا گیا ہے۔ ہم اس کی پوری پوری تائید کرتے ہیں۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ جتنا کہ ان الفاظ سے شاید نظر آتا ہوگا۔ ہمارے اہل علم حضرات کے لئے یہ مارنے کا معاملہ ہے۔ اس کام کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہے، جب تک فقہی موشگافیوں سے الگ ہو کر پوری توجہ اس طرف نہ دی جائیگی۔ کسی اچھے نتیجہ کی امید نہیں ہو سکتی۔ سب سے پہلے تو اپنے آپ کی اصلاح ہونی چاہیئے، اگر ذرا ذرا سے مسئلہ کو لے کر باہم لڑتے جھگڑتے رہیں۔ تو دوسروں کی اخلاقی تربیت کیسے ہو سکتی ہے؟

بلاتبصرہ

— مسلمانوں نے قسطنطین پر چڑھائی کی۔ اور بیت المقدس میں داخل ہو گئے۔ تو وہاں کے عیسائی پیشوا اس بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ کہ حضرت مسیح جب مصلوب کئے گئے۔ تو اس وقت وہ خمیری روٹی کھائے ہوئے تھے۔ یا روغنی

— بالشویکوں نے بخارا پر یلغار کی۔ تو وہاں کے بڑے بڑے مشائخ شہر کی جامع مسجد میں — ختم خواجگان کرانے لگے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ ختم خواجگان ہی سے بالشویکوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خود ختم ہو گئے۔

— مٹیا محل میں انگریزی فوج نے قدم رکھا۔ تو کمرہ در کمرہ قسم قسم کے بٹیرے۔ زنگارنگ مرغے اور طرح طرح کے آلات موسیقی نظر پڑے۔ وہاں چوبدار ایک دوسرے سے دست و گریبان تھے۔ انہیں بٹیروں کی نسل پر اختلاف تھا۔ کچھ درباری مرغوں کی لڑائی کے قواعد پر جھگڑ رہے تھے۔ بیشتر اس لئے جز بز تھے۔ کہ ستار کے فلاں تار پر مضراب ٹھیک نہیں بیٹھی۔ اور فلاں استاد کو فلاں پر فوقیت حاصل ہے۔

— بہادر شاہ ظفر۔ کے قلعہ میں جو کچھ ہوتا رہا۔ اس کی صحیح تصویر آغا اشرف سونی کی دلاویز تصنیف "دلی کی عجیب و غریب ہستیاں" میں نظر آتی ہے، انگریز ہندوستان بھر میں پھیل رہا تھا۔ لیکن قلعہ معلیٰ والے کبوتر اڑانے۔ بٹیر پالنے پتنگ لڑانے۔ رنڈیاں رکھنے۔ مشاعرہ رچانے اور چنگ و رباب کے ہنگامے برپا کرنے میں مشغول تھے۔ حتی کہ دہلی فتح ہو گئی۔ بازاروں میں قتل عام شروع ہے۔ قلعہ معلیٰ کے باہر لاشوں کے ڈھیر پڑے ہیں۔ — جہاں پناہ نے پوچھا۔ باہر غوغا کیا ہے۔ الٰہی بخش وزیر اعظم نے کہا۔ رعایا نے جلوس نکال رکھا ہے۔ جہاں پناہ کی نصرت و شادمانی کے نعرے بلند کئے جا رہے ہیں۔ (چٹان ۱۵ر اپریل ۱۹۵۷ء)

62

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ کے مضمون پر تبصرہ

قسط نمبر ۳

از قلم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ گجرات

پانچویں مثال

چیمہ صاحب نے لکھا تھا:-

"حالات سے مجبور ہو کر فسادات پنجاب کے بعد تحقیقاتی کمشن میں جب خلیفہ صاحب قادیان کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا۔ کہ ہم کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے تو اسی دن جماعت قادیان عقائد کے لحاظ سے جماعت لاہور کی سطح پر آگئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس چیز کو اس نے دلائل سے نہ مانا ڈنڈے کی ضرب سے مان گیا"

(پیغام صلح ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء صٗ)

اسکے جواب میں ہم نے لکھا تھا۔ کہ آپ کا یہ الزام سراسر جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔ عدالت میں بیان دینے سے قریباً ۲۰ بیس سال قبل ۱۹۳۵ء میں جبکہ نہ عدالت کا کوئی خوف تھا اور نہ پاکستان بننے کا کسی کو وہم و گمان تھا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل مورخہ یکم مئی ۱۹۳۵ء میں کفر و اسلام کی بعینہٖ وہی تشریح بیان فرمائی تھی۔ جو حضور نے ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے سامنے بیان فرمائی۔ پس چیمہ صاحب کا تبدیلیٔ عقیدہ کا الزام سراسر باطل اور بے بنیاد ہے۔ ہم نے لکھا تھا:۔

"ہمارا جواب بھی یہی ہے۔ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے جو تشریح لفظ کفر کی بیان فرمائی وہ بعینہٖ وہی تھی جو حضور اس سے سترہ سال پہلے الفضل یکم مئی ۳۵ء میں فرما چکے تھے۔ اسبارے میں حضور اور حضور کے خدام کا عقیدہ پہلے بھی وہی تھا اور اب بھی وہی ہے۔ اس میں سر مو بھی کوئی فرق نہیں۔ واللہ علی ما نقول شہید۔

اگر چیمہ صاحب میں ہمت ہے۔ تو وہ الفضل یکم مئی ۳۵ء کے بیان اور تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء کے بیان میں کوئی فرق نکال کر دکھائیں۔ ورنہ عدالت کے ڈنڈے کا ہمیں غلط طعنہ دینے کی بجائے خود عذاب الٰہی کے ڈنڈے سے ڈریں"

(الفضل ۸ دسمبر ۵۶ء صٗ ۳)

اس کے جواب چیمہ صاحب لکھتے ہیں:

"یکم مئی ۱۹۳۵ء کے الفضل کا پرچہ ہمیں دستیاب نہیں ہوا۔ مگر ہم خیال کرتے ہیں کہ ۲۸ مارچ سے یکم مئی تک اگر کوئی بڑا سیاسی ہنگامہ پیدا نہیں ہوا۔ تو خلیفہ کے موقف میں کوئی بڑا تغیر نہیں آیا ہوگا۔ اور اگر اس میں بھی کوئی تغیر دکھایا جائے تو پھر ہم اسکے پس منظر کا مطالعہ کریں گے۔ اور موجودہ صریح طور پر بدلے ہوئے عقیدہ سے مقابلہ کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ (صٗ ۲۸)

پھر لکھتے ہیں:-

"انکا یہ کہنا کہ خلیفۃ المسیح نے ۵۴ء میں نہیں بلکہ ۱۹۳۵ء میں تبدیلی عقائد کی ہے۔ توضیح کی اور بھی مکروہ شکل ہے۔ اور ہمارے دعوے کی کہ میاں صاحب نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔ تصدیق ہوتی ہے خواہ وہ ۱۹۳۵ء میں ہو یا ۱۹۵۴ء میں۔ خادم صاحب نے یہ تسلیم کر کے کہ میاں صاحب نے تبدیلی عقیدہ ۱۹۳۵ء میں کی۔ ان پر ایک نہایت کاری ضرب لگائی ہے۔ جوان کو خالد بن ولید کے لقب کا مستحق ٹھہراتی ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے" (صٗ ۳۲)

یہ کہنا۔ کہ میں نے اپنے مضمون میں یہ تسلیم کیا تھا کہ حضرت خلیفۃ ثانی ایدہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۳۵ء میں اپنے عقائد دربارہ کفر و اسلام میں تبدیلی کی تھی۔ بڑی دیدہ دلیری اور جسارت ہے۔ میں نے اپنے مضمون کے اصل الفاظ من وعن اوپر نقل کردئے ہیں۔ ان میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ کہ "حضور اور حضور کے خدام کا عقیدہ پہلے بھی وہی تھا اور اب بھی وہی ہے اس میں سر مو بھی کوئی فرق نہیں" گویا میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں تبدیلیٔ عقیدہ کے الزام کو سراسر جھوٹا

[illegible]

اور بے بنیاد قرار دے رہا ہوں۔ لیکن چیمہ صاحب کو یہ لکھتے ہوئے ذرا بھی تامل نہ ہوا۔ کہ خادم صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ میاں صاحب نے تبدیلی عقیدہ ۱۹۳۵ء میں کی ہے"!

اگر چیمہ صاحب کو ایک ذرہ بھی پاس حیا ہے تو میرے وہ الفاظ پیش کریں جن سے یہ مطلب نکلتا ہو کہ ۱۹۳۵ء میں تبدیلیٔ عقیدہ ہوئی ہے۔

چیمہ صاحب! یاد رکھیں کہ میرے دیگر مطالبات کی طرح آپ یہ مطالبہ بھی قیامت تک پورا نہیں کر سکیں گے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آپ خود اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ آپ نے یہ صریح جھوٹ بولا ہے۔

چیمہ صاحب کی منقولہ بالا اصل عبارت (پیغام صلح ۱۳ اکتوبر ۵۶ء) سے صاف ظاہر ہے کہ چیمہ صاحب کا اعتراض صرف یہ تھا کہ حضرت خلیفہ ثانی کا بیان وہ جو ہوئے تحقیقاتی عدالت محض قیام پاکستان کے بعد عام مسلمانوں اور نیز عدالت کے خوف سے تھا۔ ورنہ حضرت خلیفہ ثانی کا اپنا اصلی عقیدہ وہ نہیں تھا جو تحقیقاتی عدالت میں حضور نے بیان فرمایا۔

ظاہر ہے کہ چیمہ صاحب کے اس اعتراض کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے بیان عدالت (۱۹۵۴ء) اور زیادہ سے زیادہ قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) سے قبل حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی کسی تحریر کا حوالہ دینا کافی تھا۔ کیونکہ اصل متعلقہ (Relevant) سال چیمہ صاحب کے اعتراض کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۹۵۴ء یا زیادہ سے زیادہ ۱۹۴۷ء ہی تھا پس میں نے اگست ۱۹۴۷ء سے بھی بارہ سال پہلے تحریر کے حوالہ سے چیمہ صاحب کو جواب دیا۔ اور بتایا۔ کہ حضرت خلیفہ ثانی نے جو کچھ قیام پاکستان کے بعد تحقیقاتی عدالت کے روبرو بیان فرمایا۔ حضور کا ابتداء ہی سے وہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ ۱۹۳۵ء میں حضور کی بیان فرمودہ تشریح الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اب کوئی انصاف پسند انسان یہ بتائے کہ میرے جواب پر چیمہ صاحب کا قلابازی کھا کر یہ کہنا کہ اچھا قیام پاکستان

کے بعد تبدیلیٔ عقیدہ نہ سہی ۱۹۳۵ء میں ہی سہی۔ سوائے کج بحثی کے اور کیا کہلا سکتا ہے؟

چیمہ صاحب کا اصل اعتراض دوبارہ پڑھ لیں اور دیکھیں کہ آیا اس میں قیام پاکستان کے بعد عوام اور عدالت کے خوف سے اپنے اصل عقائد کو چھپا نے اور ان میں تبدیلی کر کے لاہوری پارٹی کے عقائد کی سطح پر آجانے کا الزام ہے۔ یا مطلق تبدیلیٔ عقیدہ کی بحث ہے؟

جہاں تک ۱۹۳۵ء سے پہلے کے زمانہ کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں اول تو بار ثبوت چیمہ صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ ثانی کی تحریرات کے کسی حوالہ سے یہ ثابت کریں۔ کہ ۱۹۳۵ء کی بیان فرمودہ لفظ کفر کی تشریح اس سے پہلے کسی بیان فرمودہ تشریح کے خلاف تھی۔ ہم کامل دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ کبھی ایسا ثابت نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ اگر ۱۹۳۵ء میں کوئی تبدیلی واقعہ ہوئی ہوتی تو ممکن نہ تھا۔ کہ چیمہ صاحب اور ان کی پارٹی خصوصاً مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس پر شور و غل نہ کرتے! لیکن وہ شور کر ہی کس طرح سکتے تھے جب کہ ۱۹۳۵ء کی تشریح بعینہٖ وہی تھی۔ جو حضرت خلیفہ ثانی اپنے رسالہ "مسلمان وہی ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے" مطبوعہ ۱۹۱۲ء میں شائع فرما چکے تھے۔

چیمہ صاحب کہتے ہیں۔ کہ مجھے یکم مئی ۱۹۳۵ء کا اخبار الفضل نہیں ملا۔ اس لئے اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ ان کا یہ عذر بھی سراسر بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اول تو انہوں نے خود اسی ضمن میں الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۵ء سے ایک لمبا چوڑا اقتباس دیا ہے۔ جس فائل میں ۲۸ مارچ کا پرچہ تھا۔ اس میں یکم مئی کا پرچہ بھی ضرور ہوگا۔ لیکن اس جھگڑے میں پڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔ میں نے چیمہ صاحب کی سہولت کے لئے الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۵۶ء کا حوالہ اپنے مضمون میں دے دیا تھا۔ جس میں برادر محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس فاضل کا مضمون بعنوان "حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کے مضمون پر ایک نظر۔ تبدیلیٔ عقیدہ کا سراسر غلط الزام" شائع شدہ ہے۔ اور جس مضمون میں محترم شمس صاحب

نے الفضل یکم مئی ۱۹۳۵ء کے خطبہ کی پوری عبارت نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قطعاً کوئی تبدیلیٔ عقیدہ نہیں فرمائی۔

شمس صاحب کا یہ مضمون یقیناً چیمہ صاحب کے پاس موجود تھا۔ ان حالات میں الفضل یکم مئی ۱۹۳۵ء کا پرچہ دستیاب نہ ہونے کے بہانے سے چیمہ صاحب کا جان چھڑانے کی سعی کرنا صاف طور پر اس حقیقت کی غمازی کر رہا ہے کہ ان کے پاس اصل بات کا کوئی جواب نہیں ہے اسلئے انہوں نے محض اپنے سابق اعتراض کو دہرانے ہی میں عافیت سمجھی ہے۔ علاوہ ازیں میں چیمہ صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کے پاس اخبار الفضل یکم مئی ۱۹۳۵ء کا پرچہ نہیں تھا۔ تو آپ کو کس ضابطۂ اخلاق اور اصول تحقیق کے ماتحت یہ حق پہنچتا تھا۔ کہ آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحقیقاتی عدالت کے بیان سے پہلے کی تحریرات کو دیکھے بغیر الزام تراشی کی مہم کا آغاز کریں؟ کیا "لا تقف ما ليس لك به علم" کا ارشادِ قرآنی (کہ جس بات کا علم نہ ہو۔ اس کے متعلق بے تحقیق اور بے جانے بوجھے نہیں بولنا چاہیئے) آپ کو یاد نہ تھا؟ جب آپ ایک محقق کا جامہ پہن کر مذہبی مسائل پر بحث کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے تو کیا آپ کا یہ فرض نہ تھا کہ اعتراض کرنے اور خامہ فرسائی سے پہلے جس شخص کی تحریرات پر آپ اعتراض کرنے لگے ہیں۔ اس کی جملہ تحریرات کو کم از کم ایک مرتبہ تو پڑھ لیں بالخصوص جبکہ آپ یہ ادعائے باطل کر رہے ہیں کہ اُس کا موجودہ بیان اس کی سابقہ تحریرات کے خلاف ہے نیز یہ کہ اس نے اپنے پہلے موقف میں "ڈنڈے کی ضرب سے" تبدیلی کر لی ہے؟

جب آپ کے اس جاہلانہ اعتراض کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی سابقہ تحریرات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ تو آپ یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کی سابقہ تحریرات تو میرے پاس نہیں ہیں۔ اور نہ ان کے پڑھنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے۔ کیا یہ تحقیق حق ہے؟ کہ کچھ بھی نہ جاننے کے باوجود آپ اب بھی یہی کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ میرا اعتراض درست ہے۔

چیمہ صاحب! کیا کسی ذمہ دار انسان کی یہ پوزیشن ہو سکتی ہے۔ جو آپ نے اختیار کی ہے؟

انصاف پسند اور تحقیق حق کرنے والے قارئین کی اصلاح کے لئے ہم ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تشریح دربارہ کفر و اسلام بیان فرمودہ ۱۹۳۵ء اور اس کے مقابل تحقیقاتی عدالت کے بیان کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ جو چیمہ صاحب نے تبدیلیٔ عقیدہ کے الزام کی تائید میں پیش کی ہے۔

بیان از الفضل یکم مئی ۱۹۳۵ء

"ہم میں اور ان (غیر احمدیوں) میں تو کفر کی تعریف میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ کفر کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ "اسلام کا انکار" حالانکہ ہم یہ معنی نہیں کرتے اور نہ کفر کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ایک حد تک پائے جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اس مقام سے بھی نیچے گر جاتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے۔ مگر کامل مسلم اسے نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ تعریف ہے جو ہم کفر و اسلام کی کرتے ہیں۔ اور پھر اس تعریف کی بناء پر بھی ہم کبھی نہیں کہتے کہ ہر کافر دائمی جہنمی ہے"۔

(الفضل یکم مئی ۱۹۳۵ء)

بیان تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۴ء

سوال:۔ کافر کسے کہتے ہیں

جواب:۔ کافر اور مومن نسبتی الفاظ ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ متعلق ہیں ان کا کوئی جداگانہ معین مفہوم نہیں۔ قرآن کریم میں کافر کا لفظ اللہ تعالیٰ کے تعلق میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور طاغوت کے تعلق میں بھی۔ اسی طرح مومن کا لفظ طاغوت کے تعلق میں بھی استعمال ہوا ہے۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کے دعاوی پر دیانتداری سے غور کرنے کے بعد دیانتداری سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ کا دعوےٰ غلط تھا۔ تو کیا پھر بھی وہ مسلمان رہے گا۔

جواب:۔ جی ہاں عام اصطلاح میں وہ پھر بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔

سوال۔ کیا سچے نبی کا انکار کفر نہیں؟

جواب:۔ ہاں یہ کفر ہے۔ لیکن کفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جس سے کوئی شخص ملت سے خارج ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا انکار پہلی قسم کا کفر ہے۔ دوسری قسم کا کفر کم درجے کی بد عقیدگیوں سے پیدا ہوتا ہے

سوال:۔ (از وکیل جماعت اسلامی) کیا آپ اب بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو آپ نے آئینہ صداقت کے پہلے باب میں صفحہ ۳۵ پر ظاہر کیا تھا۔ یعنی یہ کہ تمام مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد صاحب کی بیعت نہیں کی۔ خواہ انہوں نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟

جواب:۔ یہ بات خود اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو جو میرے ذہن میں ہیں مسلمان سمجھتا ہوں۔ پس جب میں "کافر" کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔ تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں جن کی میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں یعنی وہ ملت سے خارج نہیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے جس کا اظہار کتاب مفردات راغب کے صفحہ ۲۴۰ پر کیا گیا ہے۔ جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک دون الایمان۔ اور ایک فوق الایمان دون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کے اسلام کا درجہ ایمان سے کم ہے۔ فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے۔ جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوتے ہیں کہ وہ معمولی ....

....

ایمان سے بلند ہوتے ہیں۔ اسلئے جب میں نے یہ کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے۔ جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے اور اس کی حمایت کرتا ہے "وہ اسلام سے خارج ہے"

(بیان تحقیقاتی عدالت)

پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ملاحظہ اور حضور کی اصلاح کے بعد جو تحریری بیان جماعت احمدیہ کی طرف سے تحقیقاتی عدالت میں داخل کیا گیا۔ اس میں لکھا ہے:

سوال عدالت:۔ کیا ایسے لوگ جو مرزا غلام احمد صاحب کو نبی یعنی ملہم اور مامور من اللہ نہیں مانتے، کافر ہیں؟

جواب:۔ کافر کے معنی عربی زبان میں نہ ماننے والے کے ہیں۔ پس جو شخص کسی چیز کو نہیں مانتا اس کے لئے عربی زبان میں کافر کا لفظ ہی استعمال ہوگا۔ پس ایسے شخص کو جب تک وہ یہ کہتا ہے کہ میں فلاں چیز کو نہیں مانتا اس کو اس چیز کا "کافر" ہی سمجھا جائیگا"

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحقیقاتی عدالت کے بیان میں صریح اور صاف لفظوں میں اعلان فرمایا۔ بلکہ عدالت کی طرف سے مکرر سوال ہونے پر حضور نے پیغامی عقیدہ کی بھی تردید فرمائی۔ جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہے:۔

"**سوال**:۔ کیا مرزا صاحب اصطلاحی معنوں میں نبی تھے۔

جواب:۔ میں نبی کی اصطلاحی تعریف نہیں جانتا۔ میں اس شخص کو نبی سمجھتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے نبی کہا ہے

سوال:۔ کیا اللہ تعالےٰ نے مرزا صاحب کو نبی کہا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں

سوال:۔ کیا ۱۸۹۹ء سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب نے بار بار نہیں کہا تھا۔ کہ وہ نبی نہیں ہیں اور یہ کہ ان کی وحی وحیٔ نبوت نہیں۔ بلکہ وحیٔ ولایت ہے؟

جواب:۔ انہوں نے ۱۹۰۰ء میں لکھا تھا کہ اس وقت ان کا خیال تھا کہ ایک شخص صرف اس صورت میں ہی نبی ہو سکتا ہے کہ وہ نئی شریعت لائے لیکن اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ انہیں بتلایا کہ نبی ہونے کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں ہے۔ اور یہ کہ ایک شخص نئی شریعت کے لانے کے بغیر بھی نبی ہو سکتا ہے"۔

سوال:۔ کیا مسیح اور مہدی کو نبی کا مرتبہ حاصل ہوگا؟

جواب:۔

جی ہاں

سوال:۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح و مہدی ہونے کا دعوےٰ کیا؟

جواب:۔ جی ہاں"

(بیان تحقیقاتی عدالت)

قارئین کرام! آپ نے تحقیقاتی عدالت کے سامنے حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان پڑھ لیا۔ کیا اس میں آپ نے صاف اور صریح لفظوں میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نبی ہیں۔ (آپ کی ۱۹۰۱ء کے پہلے کی وہ تحریرات جن کو لاہوری جماعت والے پیش کرکے عوام الناس کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں۔ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے نبوت سے انکار کیا ہے) ان کی تشریح خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ کردی ہے۔ کہ صرف تشریعی نبوت کا انکار ہے۔ مطلق نبوت کا نہیں۔ پھر لفظ "کفر" کی بعینہٖ وہی تشریح بیان فرمائی ہے۔ جو قیام پاکستان سے بارہ سال قبل ۱۹۳۵ء میں حضور شائع فرما چکے تھے۔ پھر حضور نے اپنے عدالتی بیان میں آئینہ صداقت ص۳۵ کی تحریر کو اپنایا ہے۔ اور اسے درست تسلیم کرتے ہوئے اس کی تشریح قرآن مجید حدیث نبوی اور لغتِ عرب کے حوالجات سے مدلل طور پر فرمائی ہے۔ اگر چیمہ صاحب یا کسی اہلِ علم پیغامی میں ہمت ہے۔ تو وہ قرآن مجید۔ حدیث اور لغت کے ان حوالجات کی تردید کرے۔ یا یہ ثابت کرے۔ کہ تحقیقاتی عدالت کے سامنے جو تشریح بیان کی گئی، اس سے پہلے کبھی اس کے مخالف تشریح حضور نے بیان فرمائی تھی۔ اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ کہ آپ نے تحقیقاتی عدالت کے بیان میں یہ فرمایا۔ کہ مسیح موعود کے منکر کو کافر اور "دائرہ اسلام" سے خارج کہا جا سکتا ہے۔ لیکن "ملتِ اسلامی" سے خارج نہیں کہا جا سکتا۔ کیا چیمہ صاحب اس کے بالمقابل ایک ہی حوالہ ایسا پیش کر سکتے ہیں۔ جس میں حضور نے حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو "ملتِ اسلامیہ" سے خارج قرار دیا ہو؟ یقیناً آپ قیامت تک ایسا کوئی حوالہ پیش نہ کر سکیں گے۔

"ایک عجیب حوالہ"

ہم نے اپنے پچھلے مضمون میں محمدیہ پاکٹ بک کے حوالہ سے عرض کیا تھا۔ کہ جس طرح چیمہ صاحب نے حضرت مصلح موعود پر عدالت کے خوف سے اپنے موقف میں تبدیلی کرنے کا الزام لگایا ہے۔ اسی طرح عبداللہ معمار وغیرہ غیر احمدی معاندین حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی عدالت کے خوف سے اپنے موقف میں تبدیلی کا الزام لگا چکے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ان لوگوں نے چیمہ صاحب کے مقابلہ میں نسبتاً شریفانہ انداز میں یہ الزام لگایا ہے۔

اس کے جواب میں چیمہ صاحب "ایک عجیب حوالہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"میں حیران ہوں۔ کہ خادم صاحب اپنے زعم میں بڑے ہوشیار بننا چاہتے ہیں۔ یا اپنے مخاطبین کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ کیا ایک ہی قسم کے دو الزام دو افراد پر لگائے جائیں۔ تو دونوں لازماً غلط ہوں گے؟ ہو سکتا ہے کہ ایک کے خلاف الزام غلط ہو۔ اور دوسرے کے خلاف بالکل صحیح لگایا گیا ہو۔" (ص۳)

آپ کے پہلے فقرہ کا جواب یہ ہے۔ کہ میں نے جو طرز استدلال اختیار کی ہے۔ وہ میری نہیں بلکہ قرآن مجید کی ہے۔ جیسا کہ ابھی بالتفصیل عرض کروں گا۔ اس لئے میرے ہوشیار بننے یا نہ بننے کا قطعاً کوئی سوال نہیں۔ ہاں اپنے "مخاطبین" کو "بیوقوف" سمجھنے کی نسبت صرف اتنا عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر لفظ "مخاطبین" بصیغہ واحد ہو۔ تو البتہ درست ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے طریق استدلال کا مذاق اڑانا صرف بیوقوف ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ "دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ یہ وہی بشیر ہے۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ جس کی نسبت فرمایا۔ کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔"

(مکتوب ۸ر دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ)

چونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حسن و احسان میں اپنے اولوالعزم باپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر ہیں۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ آپ پر بھی آپ کے دشمنوں کی طرف سے بعینہٖ وہی اعتراض کئے جاتے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دشمنوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کئے گئے۔ جن میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ عدالت کے خوف سے اپنے عقائد اور موقف میں تبدیلی کرلی ہے۔ یہ اعتراض مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی کیا۔ اور عبداللہ معمار نے بھی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر یہ اعتراض اب تک کسی نے نہیں کیا تھا۔ سو یہ کمی چیمہ صاحب نے پوری کردی ہے۔ جس سے جہاں حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی مماثلت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ثابت ہوئی وہاں محمد حسن گجراتی کی مماثلت محمد حسین بٹالوی سے ثابت ہوئی۔ جس طرح محمد حسین بٹالوی کا الزام بے بنیاد تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ یہ بات کہ ہم آئندہ کسی مخالف کی موت فوت کے بارے میں کوئی پیشگوئی اس مخالف کی اجازت کے بغیر شائع نہیں کریں گے، بعینہٖ وہی ہے۔ جو عدالت میں بیان دینے سے پہلے بھی ہم اپنی تحریرات میں لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر آپ کا الزام بھی بے بنیاد ہے۔ کیونکہ کفر و اسلام کی جو تشریح حضرت خلیفہ ثانی نے عدالت کے سامنے بیان فرمائی۔ وہ عدالت کے بیان سے سالہا سال قبل حضور اپنی تحریرات اور ملفوظات میں بھی فرما چکے تھے۔ جیسا کہ اوپر بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔ اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ جو طریقِ استدلال میں نے اختیار کیا ہے۔ اور جس کو چیمہ صاحب نے "عجیب" قرار دیا ہے۔ وہ میرا نہیں بلکہ قرآن مجید کا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیاتِ ذیل:۔

(ا) کذالک قال الذین من قبلهم مثل قولهم تشابهت قلوبهم (البقرہ ع۱۴)

یعنی اے نبی پہلے نبیوں کے مخالفوں نے بھی بعینہٖ یہی بات کہی تھی۔ جو اب آپ کے مخالف کہہ رہے ہیں۔

پس آپ کے منکروں اور پہلے نبیوں کے منکروں کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں۔

(ب) ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک۔

(سورہ حم سجدہ ع۵ پ ۲۴ ع ۱۹)

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کے منکر آپؐ کی نسبت بعینہٖ وہی کچھ کہتے ہیں۔ جو پہلے نبیوں کے منکر ان نبیوں کی نسبت کہا کرتے تھے۔

(ج) "کذالک ما اتی الذین من قبلهم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون اتواصوا به بل هم قوم طاغون۔ (پ ۲۷ ع ۲ سورہ ذاریات آخری رکوع)

یعنی اے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم! آپ کے منکر آپ کو جادوگر اور مجنون کہتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح آپ سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہیں۔ ان سب کے منکروں نے ان کو بھی یہی کہا تھا۔ کیا پہلے نبیوں کے منکرین نے آپ کے منکرین کو یہ وصیت کر رکھی تھی۔ کہ جب آپ دعویٰ کریں۔ تو وہ آپ کو ساحر اور مجنون کہیں۔ بلکہ یہ لوگ حد سے بڑھے ہوئے اور سرکش ہیں۔

(د) یضاهئون قول الذین کفروا من قبل قاتلهم الله انی یؤفکون (پارہ ۱۰ ع۱۱ سورہ توبہ ع ۵)

یعنی آپ کے منکرین پہلے انبیاءؑ کے منکرین کے اعتراضات کی نقل کر رہے ہیں۔ خدا ان کو تباہ کرے۔ یہ کہاں بہکے جا رہے ہیں۔

(ذ) اسی طرح سورہ توبہ ع ۹ میں بھی ہے۔ کہ

"خضتم کالذی خاضوا"

کہ اے منکرو! تم بھی اسی طرح بیہودہ باتیں بناتے ہو۔ جس طرح پہلے انبیاءؑ کے منکرین بیہودہ باتیں بنایا کرتے تھے۔ غرضیکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو بار بار یہ جواب دے کر شرمندہ کیا ہے۔ کہ تمہارے اعتراض بعینہٖ وہی ہیں۔ جو پہلے انبیاءؑ کے منکرین ان انبیاءؑ پر کیا کرتے تھے۔ پس جس طرح ان کے اعتراض باطل تھے۔ اسی طرح تمہارے اعتراض بھی باطل ہیں۔ بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پہلے نبیوں کے اور تم پہلے نبیوں کے منکرین کے مثیل ہو۔ پس اپنے مضمون میں محمدیہ پاکٹ بک کا بقول

درخواست دعاء

میں اور میری اہلیہ صاحبہ علی الترتیب ایف اے اور ایف ایس سی کا امتحان دے رہے ہیں۔ احباب جماعت ہماری کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ لطیف احمد بجشنہ دارالصدر ربوہ

آپ کے "عجیب" حوالہ نقل کر لے ہیں آپ سے یہی کہنا چاہتا تھا کہ آپ کے مضمون میں وہی اعتراض پڑھ کر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکرین نے حضور پر کیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا محمد حسین بٹالوی اور عبداللہ معمار آپ کو وصیت کر گئے تھے کہ آپ حضرت مسیح موعود کے حسن و احسان میں نظیر محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز پر تبدیلیٔ عقیدہ کا الزام ضرور لگائیں تاکہ آپ کی مماثلت ہم سے اور مصلح موعود کی اپنے مقدس باپ سے ثابت ہو جائے۔

پس میں نے آپ سے وہی کچھ کہا جو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں مکہ والوں سے کہا تھا۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ مکہ والے اس جواب سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے آپ کی طرح یہ نہ کہا تھا کہ:۔

"کیا ایک ہی قسم کے دو الزام دو افراد پر لگائے جائیں تو دونوں لازماً غلط ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کے خلاف الزام غلط ہو اور دوسرے کے خلاف بالکل صحیح لگایا گیا ہو"۔

چیمہ صاحب! "ہو سکنے" کا یہاں کوئی سوال ہی نہیں جیسا کہ اوپر بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے یہاں دونوں الزام لازماً غلط ہیں اور آپ میں ہمت نہیں کہ ہمارے دلائل کا رد لکھ سکیں۔

مولوی محمد علی صاحب کی تبدیلیٔ عقیدہ

میں نے اسی سلسلہ میں چیمہ صاحب سے کہا تھا کہ جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر تبدیلی عقیدہ کا الزام ہے وہ تو سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے (آپ کے سابق امیر) کی نسبت تو خود آپ کو بھی تسلیم ہے کہ انہوں نے نبوت کے عقیدہ میں حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد یقیناً تبدیلی کی تھی۔ چنانچہ آپ نے میرے سامنے یہ تسلیم کیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود کی زندگی میں حضور کی عظیم الشان شخصیت سے مرعوب ہو کر حضور کو "نبی" کہتے رہے۔ لیکن حضور کی وفات کے بعد وہ اثر زائل ہو جانے پر انہوں نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر لی۔ چیمہ صاحب نے اپنے جواب میں اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ گویا ہمارے اعتراض کی طاقت کو عملاً تسلیم کر لیا ہے۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

چھٹی مثال

چیمہ صاحب نے اپنے مضمون (۳۱ اکتوبر) میں ایک بغلی عنوان "اخلاق کی پستی" قائم کیا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ سان فرانسسکو کے پیغامی مبلغ بشیر احمد صاحب منٹو نے ایک نکاح کا اعلان کیا تھا۔ اس مجلس نکاح میں مغربی فیشن کے مطابق شراب کا دور چلا اور رنگ رلیاں منائی گئیں۔ یہ خبر ایڈیٹر صاحب الفضل نے "سان فرانسسکو کے ایک پیغامی مشن کا تبلیغی کارنامہ" کے عنوان سے شائع کی۔ چیمہ صاحب کو اعتراض تھا۔ کہ (اگرچہ خبر درست تھی مگر) ایڈیٹر الفضل نے اس کا جو عنوان قائم کیا۔ وہ قابل اعتراض تھا۔ کیونکہ اس مجلس میں پیغامی مبلغ نے جو پارٹ ادا کیا وہ صرف یہ تھا کہ "انہوں نے از روئے شریعت دو مسلمانوں کے نکاح کا اعلان کیا۔ نکاح کی جو مجلس برپا ہوئی اور اس میں جو کیا کارروائیاں ہوئیں اس سے منٹو صاحب کا کوئی تعلق نہ تھا"۔ اس صغریٰ کبریٰ پر چیمہ صاحب نے جو نتیجہ مرتب فرمایا وہ یہ تھا۔

"اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلیفہ کے اخلاق کا کس طرح دیوالہ نکل چکا ہے اور مزید نکل رہا ہے"۔

ہم نے اپنے مضمون میں چیمہ صاحب ہی کے مقرر کردہ عنوان کے نیچے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ خبر کا عنوان تو ایڈیٹر صاحب الفضل نے قائم کیا تھا۔ لیکن گالیاں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو دے رہے ہیں۔ یہ کس مذہب۔ اخلاق یا قانون کی رو سے جائز ہے کہ ایک کے فعل کی بنا پر دوسرے کو ملزم گردانا جائے؟ اس لئے "اخلاق کی پستی" اور "اخلاق کا دیوالہ" نکلنے کا الزام تو خود آپ پر ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں چیمہ صاحب کی گوہر افشانی ملاحظہ ہو:۔

"خادم صاحب کے مضمون کی آخری سرخی "اخلاق کی پستی" ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کا سارا مضمون اسی عنوان کی جھلکیاں ہے میں نہیں سمجھتا کہ ان کو اس سرخی کے باندھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ ...... ان کے تمام مضمون کے ایک ایک لفظ پر اخلاق گریہ وزاری کناں ہے"۔[1]

ادبی خامیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اتنا عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ چیمہ صاحب بدحواسی میں یہ بھی بھول گئے ہیں کہ یہ عنوان خاکسار خادم کا قائم کردہ نہیں بلکہ "مجسمۂ اخلاق" محمد حسن صاحب چیمہ کا خود قائم کردہ ہے۔ چیمہ صاحب! ذرا اپنا اصل مضمون مطبوعہ پیغام صلح ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء نکال کر دیکھئے۔ اس کے صفحہ ۹ کے تیسرے کالم میں بحروف جلی لکھا ہوا ہے۔

"اخلاق کی پستی"

پس چیمہ صاحب! یہ جنس تو آپ کی اپنی ہے۔ آپ اسے میری طرف منسوب کرنے کی زحمت کیوں اٹھا رہے ہیں؟ اب اصل سوال کے بارے میں چیمہ صاحب کا جواب ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:۔

"میں نے اس پر اعتراض کیا۔ اور خلیفہ صاحب کو اس بدعنوانی اور افترا پردازی اور بہتان تراشی پر ملزم قرار دیا۔ مگر خلیفہ صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔ مدیر سے جواب طلبی نہیں ہوتی۔ اس خبر کی اشاعت پر ندامت اور خجالت کا اظہار نہیں ہوتا۔ کسی کو اس کی تردید کی توفیق نہیں ملتی اس پر اعتراض کرنے کے باوجود اور خادم صاحب کے اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے کے باوجود ایک دفعہ بھی مدیر کو سرزنش نہیں کی جاتی ان تمام واقعات کی موجودگی میں میں خلیفہ صاحب کو ہی اس گناہ عظیم کا مرتکب سمجھتا ہوں اور اسے پستیٔ اخلاق ہی قرار دوں گا اور دیتا رہوں گا۔ خادم صاحب نے خواہ مخواہ میرے اس اعتراض پر آسمان سر پہ اٹھا لیا"۔

چیمہ صاحب کے اس جواب کو سوائے "ڈھٹائی" کے اور کسی نام سے یاد نہیں کیا جا سکتا۔ مدیر الفضل کے فعل کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو گالیاں دینے پر نہ صرف یہ کہ میں نے احتجاج کیا۔ بلکہ گجرات بار کے ایک درجن کے قریب غیر جانبدار وکلاء صاحبان نے (جنہوں نے چیمہ صاحب کا مضمون اور میرا جواب ملاحظہ فرمایا) چیمہ صاحب کو ملزم گردانا۔ اور کہا کہ یہ آپ کی سراسر زیادتی ہے۔ ایڈیٹر صاحب "الفضل" نے اگر کسی خبر کا کوئی ایسا عنوان قائم کیا ہے جو آپ کے نزدیک قابل اعتراض ہے تو اس کی بناء پر حضرت امام جماعت احمدیہ کو ملزم گرداننا سراسر ناانصافی ہے۔ مگر چیمہ صاحب نہ صرف اپنی ہٹ پر بدستور قائم ہیں بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے "اخلاق کی پستی" کا مظاہرہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

چیمہ صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ خاکسار خادم نے اس عنوان پر اظہار ناپسندیدگی کیا تھا اور وہ "اظہار ناپسندیدگی" الفضل میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ ایڈیٹر صاحب "الفضل" نے اسے بغیر کسی حاشیہ آرائی کے من وعن شائع کر دیا۔ لیکن پھر بھی چیمہ صاحب یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ "کسی کو اس کی تردید کی توفیق نہیں ہوئی" لیکن کیا ساری پیغامی جماعت میں ایک بھی ایسا رجل رشید ہے۔ جس نے چیمہ صاحب کی اس صریح ناانصافی کے خلاف آواز اٹھائی ہو؟ اور ان سے یہ پوچھا ہو کہ حضرت امام جماعت احمدیہ پر کس ضابطہ اخلاق کے ماتحت یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ الفضل میں شائع شدہ ہر غلط یا قابل اعتراض چیز کا نوٹس لیں اور مدیر کی جواب طلبی کریں۔ نہ وہ اخبار کے مالک ہیں۔ نہ نگران۔ نہ منیجر نہ پرنٹر و پبلشر کہ اخبار کے ساختہ پرداختہ کی ذمہ داری ان پر آتی ہو۔ اور ان کی طرف سے تردید یا جواب طلبی یا سرزنش نہ ہونے کی صورت میں اخلاقاً یا قانوناً ان کو زیر الزام لایا جا سکتا ہو؟

ساتویں مثال

چیمہ صاحب نے لکھا تھا کہ کئی بڑے آدمی حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت میں شامل ہونے کے بعد چھوٹے ہو گئے۔ منافق اور حقیر کہلائے اور نفرت کی نگاہ سے دیکھے گئے۔ خلافت محمودیہ نے ایک بھی بڑا آدمی پیدا نہیں کیا"۔ اس کے جواب میں میں نے چیمہ صاحب سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ایسے "کئی" بڑے آدمیوں کی فہرست دیجئے جو بیعت خلافت ثانیہ کے بعد "چھوٹے بن گئے۔ منافق کہلائے۔ حقیر سمجھے گئے اور ذلت کی نظروں سے دیکھے گئے"۔

چیمہ صاحب جانتے تھے کہ انہوں نے محض ایک مجنونانہ بڑ ہانکی ہے۔ ورنہ عالم وجود میں ایسے آدمیوں کا کوئی نشان ہے ہی نہیں۔ اس لئے وہ مطلوبہ فہرست پیش کہاں سے کرتے۔ بے شک اللہ رکھا ایڈیٹ کو منافق کہلائے۔ حقیر سمجھے گئے اور ذلت کی نظروں سے دیکھے گئے . . . . . .

. . . . . . لیکن چیمہ صاحب جانتے تھے کہ یہ سب مخرجین پیغامی اختلاف سلسلہ کے قریبی زمانہ میں ہوئے تھے۔ اس لئے ان کو "بڑا آدمی" قرار دیا نہیں جا سکتا۔ اندریں حالات چیمہ صاحب کے لئے خاکسار کا مطالبہ پورا کرنا ناممکن تھا۔ لیکن وہ پیغامی ہی کیا۔ جو چپ ہو جائے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرے کیونکہ چیمہ صاحب خود ہی لکھتے ہیں:۔

"وہ آدمی بڑا بہادر اور شجاع اور جری ہے جو اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنی حالت کی اصلاح کرے"۔

(ٹریکٹ زیر جواب صفحہ ۳)

[1] نقل مطابق اصل یہ بھی چیمہ صاحب کی انشا پردازی کا ایک نمونہ

سے یعنی غلطی کا اعتراف کرنے کے لئے بڑی بہادری شجاعت اور جرأت کی ضرورت ہے۔ اس لئے چیمہ صاحب بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے لکھتے ہیں۔

"خادم صاحب نے مطالبہ کیا ہے کہ میں ان چند بڑے آدمیوں کا نام لوں جو میاں صاحب کے ساتھ لگ کر چھوٹے ہو گئے۔ اور بڑے زور سے مجھے چیلنج پر چیلنج دیئے ہیں۔ اس سے ایک مقصد تو خادم صاحب کا یہ ہے۔ کہ درحقیقت دنیا کا کوئی بڑا آدمی ایسا ہے ہی نہیں۔ جو خلیفہ صاحب کی جماعت میں شامل ہوا ہو۔ اگر وہ شامل ہی نہیں تو اس کے چھوٹے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حد تک میں خادم صاحب کا ہم خیال ہوں۔ کہ فی الواقعہ غیر احمدی دنیا کا کوئی بڑا آدمی خلیفہ صاحب کی جماعت میں داخل نہیں ہوا۔ مگر میرے علم میں کئی ایک بڑے آدمی ایسے ہیں۔ جو احمدی تھے۔ مگر خلیفہ صاحب سے وابستہ ہو کر چھوٹے بن گئے۔ اگر میں ان کے نام شائع کروں۔ تو ربوی کیمپ میں کھلبلی مچ جائے گی۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ ان بڑی ہستیوں کا نام لوں۔ جو اب سمٹ کر چھوٹے ہو کر ناقابل التفات بن چکے ہیں۔ مجھے ازالہ حیثیت عرفی کی دھمکیاں دی جائیں گی۔ اور عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے کے نوٹس دیئے جائیں گے۔ اور اصل اختلافی مسائل پر میرے اس انکشاف سے کچھ اثر نہ پڑے گا۔ لہٰذا میں عمداً اس سے احتراز کرتا ہوں۔ اور خادم صاحب کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنسنے سے انکار کرتا ہوں۔" (ص۱۲)

میری طرف یہ منسوب کرنا کہ "دنیا کا کوئی بڑا آدمی" جماعت مبائعین میں شامل ہوا ہی نہیں صریحاً غلط بیانی ہے۔ جس کا ارتکاب صرف چیمہ صاحب ہی کر سکتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ میں نے اپنے پہلے مضمون میں ۵۹ بڑے آدمیوں کی فہرست دی تھی۔ جن میں دو درجن کے قریب ایسے بزرگ تھے۔ جو بیعت خلافت سے پہلے بھی خدا کے فضل سے بڑے آدمی تھے۔ اور بیعت خلافت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اور بھی بڑے بن گئے۔ پھر چیمہ صاحب کا میرے مطالبہ کو قبول کرنے سے انکار کرنا بھی صریح اعتراف شکست ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ایسے آدمی تو موجود ہیں۔ لیکن ڈر ہے کہ ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ نہ دائر ہو جائے۔ محض تجاہل اور بناوٹ ہے کیونکہ اول تو چیمہ صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ (جو ہمارے آقا و سردار ہیں) کی ذات پر عامیانہ انداز میں نہایت گندے اور رکیک حملے کئے ہیں۔ خود حضور کو "چھوٹا آدمی" قرار دیا ہے۔ حضور کا نام لے کر گالیاں پہلے مضمون میں بھی اور اس مضمون میں بھی حضور کو دی ہیں مگر ایسا کرتے وقت ان کو ازالہ حیثیت عرفی کے نوٹس کا خوف پیدا نہیں ہوا۔ پھر مجھ کو "ٹیسٹل برج" کے عنوان سے شروع کر کے ٹریکٹ کے اختتام تک جی بھر کر گالیاں دی ہیں۔ مگر انہیں ازالہ حیثیت عرفی کا کوئی خوف نہیں آیا۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی کو "پست اخلاق اور چھوٹا آدمی" قرار دیا ہے۔ لیکن ازالہ حیثیت عرفی کے نوٹس کا کوئی خطرہ آپ کو محسوس نہیں ہوا۔ لیکن جونہی کہ آپ سے احمدی جماعت کے ایسے افراد کی فہرست دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ جو آپ ہی کے مندرجہ ذیل الفاظ کے مصداق ہوں کہ

"جماعت احمدیہ کے کئی بڑے آدمی میاں محمود احمد کے ساتھ ہو کر چھوٹے بن گئے۔ منافق کہلائے حقیر سمجھے گئے اور ذلت کی نظروں سے دیکھے گئے۔"

(پیغام صلح ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

تو جھٹ ازالہ حیثیت عرفی کے نوٹس متمثل ہو کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ چیمہ صاحب ان ملمع سازیوں اور حیلہ بازیوں سے حقیقت کبھی چھپ نہیں سکتی۔ صاف لفظوں میں یہ اقرار کیوں نہیں کر لیتے۔ کہ درحقیقت ایسا کوئی آدمی موجود نہیں۔ اور جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ درحقیقت میری اپنی ہی "پریشان خیالی" تھی۔ لیکن چیمہ صاحب بقول آپ کے۔

وہ آدمی بڑا بہادر اور شجاع اور جری ہے۔ جو اپنی غلطی کا اعتراف کرے اس لئے آپ معذور ہیں۔

حق بر زبان جاری

چیمہ صاحب نے اپنے ابتدائی مضمون میں لکھا تھا کہ خلافت نے ایک بھی بڑا آدمی پیدا نہیں کیا۔ جس کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ آپ پہلے بڑے کی تعریف بیان کریں کہ آپ کے نزدیک کس سے کہا جاتا ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں بڑے آدمی کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات)

کہ تم میں سے بڑا وہ ہے جو تقویٰ کے لحاظ سے بڑا ہے۔ پس قرآنی اصطلاح میں متقی انسان بڑا آدمی ہوتا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خدام میں اتقیاء موجود ہیں تو چیمہ صاحب کا یہ دعوےٰ محض جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ خلافت محمودیہ نے ایک بھی بڑا آدمی پیدا نہیں کیا۔ چنانچہ ہم نے اپنی تائید میں چیمہ صاحب کے پہلے مضمون سے ہی ایک اقتباس نقل کیا تھا۔ جس میں انہوں نے حضرت خلیفہ ثانی کے خدام کو "ایمان کی اعلیٰ صفات سے متصف" تسلیم کیا ہے۔

چیمہ صاحب! ہمارے استدلال کا کوئی غلط سلط جواب بھی نہیں دے سکے۔ عجیب تصرف الٰہی ہے۔ کہ دوبارہ ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل گئے ہیں۔ جو ان کے ادعائے باطل کی تردید خود انہی کے منہ سے کرانے کے لئے کافی ہیں

چیمہ صاحب لکھتے ہیں۔

"اہل ربوہ کے لئے ہمارے دلوں میں سوائے محبت کے جذبہ کے کوئی اور جذبہ نہیں ...... یہ لوگ ہمارے پیارے مسیحا کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ اور ان میں کئی صلحاء اور اتقیاء موجود ہیں۔ اور اس کا بندے نے ہمیشہ اپنے مضامین اعتراف کیا ہے۔"

(پیغام صلح ۳۰ جنوری ۱۹۵۵ء)

پھر یہ بھی عجیب تصرف الٰہی ہے۔ کہ پیغام صلح میں چیمہ صاحب کے یہ الفاظ کہ "ان میں کئی صلحاء اور اتقیاء موجود ہیں" جلی حروف میں شائع کئے گئے ہیں۔ چیمہ صاحب دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے

انی مھین من اراد اھانتک

کے الہام خداوندی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و احسان میں نظیر حضرت مصلح موعود کی اہانت کے جرم میں آپ کو آپ ہی کے الفاظ کے ذریعہ کس طرح پکڑ لیا۔ لیکن جب آپ دیکھیں گے کہ باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ اہل ربوہ میں کئی صلحاء اور اتقیاء موجود ہیں۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں انہی "صلحاء اور اتقیاء" کو پورے چھ ہزار بونوں کی آبادی" اور امام الصالحین اور امام المتقین "حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو "چھوٹا آدمی" قرار دیا ہے۔ تو شاید آپ اپنی نظروں میں بھی خود کو ذلیل نظر آنے لگیں۔

اوچھا پن

چیمہ صاحب کا پہلا مضمون شائع ہوا تو اس کے جواب میں محترم ایڈیٹر صاحب الفضل نے اس کا جواب لکھا جس میں بڑے اور چھوٹے آدمیوں کے بارے میں چیمہ صاحب کے اعتراض کا معقول مگر مختصر جواب دیا لیکن جماعت کے بعض بڑے آدمیوں کی بطور نمونہ کوئی فہرست نہ دی۔ اس کے جواب میں چیمہ صاحب نے ایک مضمون پیغام صلح ۲۸ نومبر ۱۹۵۶ء میں شائع کیا جس میں لکھتے ہیں:-

"ہمیں تو توقع تھی کہ کم از کم اس سلسلہ میں چوہدری ظفر اللہ کا نام لیا جائیگا۔ مگر ایڈیٹر صاحب کو اس کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس سے خلافت ثالثہ میں الجھن پیدا ہونے کا ڈر تھا۔ اگر ظفر اللہ خاں جماعت کا بڑا آدمی ہے تو خلافت کا بھی وہی حقدار ہے۔"

لیکن اس کے بعد جب خاکسار نے اپنے مضمون میں بزرگان سلسلہ کی ایک فہرست درج کر دی جس میں محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے علاوہ چالیس سے زائد دیگر بزرگان کے اسمائے گرامی تھے تو بجائے اس کے کہ چیمہ صاحب اپنی اس احمقانہ وسوسہ اندازی پر ندامت محسوس کرتے کہ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کا نام اس لئے شائع نہیں کیا گیا کہ خلافت کے بارے میں "الجھن" پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ جھٹ پہلو بدل کر کہتے ہیں:-

"خادم صاحب نے اپنی جماعت کے بڑے آدمیوں کے نام گنوائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ دنیا کی عظیم الشان شخصیتیں ہیں...... انہوں نے خلیفہ صاحب کے حاشیہ برداروں کے نام لکھ کر جن کو خوش کرنا تقاضائے مصلحت خاص تھا ایک ایسی فہرست تیار کی ہے جس سے دنیا پہلی دفعہ روشناس ہوئی ہے آخر میں خانہ پری کے لئے جب کسی اور آدمی کا نام نہ ملا تو مجبور ہو کر اپنے والد صاحب کا نام لکھ دیا۔"

(پیغام صلح ۳۰ جنوری ۵۷ء ص۱۱)

دیکھئے چیمہ صاحب کس طرح رنگ بدل گئے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب الفضل کسی بڑے آدمی کا نام نہیں لیتے۔ تو چیمہ صاحب لکھتے ہیں کہ نام اس لئے نہیں لئے جاتے کہ خلافت ثالثہ کے بارے میں الجھن نہ پیدا ہو جائے۔ اور جب نام لئے جاتے ہیں تو چیمہ صاحب جھٹ رنگ بدل کر

کہتے ہیں کہ نام اسلئے لئے گئے ہیں کہ ان کو خوش کرنا تقاضائے مصلحت خاص ہے۔ کیا اس قسم کی روباہ بازی ایک "حافظ" اور "حاجی" کہلانے والے انسان کے شایان شان ہو سکتی ہے؟

پھر مندرجہ بالا عبارت میں چیمہ صاحب نے جان بوجھ کر کم از کم تین جھوٹ بولے ہیں۔

(۱) خاکسار نے کہا ہے کہ یہ دنیا کی عظیم الشان شخصیتیں ہیں۔

(۲) "آخر میں خانہ پری کرنے کے لئے جب کوئی اور نام نہ ملا تو مجبور ہو کر اپنے والد صاحب ہی کا نام لکھدیا"

(۳) "ان بزرگان کو خوش کرنا تقاضائے مصلحت خاص تھا۔"

یہ تینوں باتیں صریح طور پر جھوٹ ہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے مضمون میں کہیں بھی ان بزرگان کے متعلق یہ نہیں لکھا تھا۔ کہ یہ "دنیا کی عظیم الشان شخصیتیں ہیں" بلکہ ان کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ "عظیم الشان شخصیتیں آسمان روحانی کے درخشندہ ستارے ہیں" (ملاحظہ ہو۔ میرا مضمون مطبوعہ الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۵۶ء ص ۵)

میری ساری بحث ہی اس امر میں تھی کہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق "بڑا آدمی" وہ ہے۔ جو خدا کی نظر میں متقی ہے خواہ وہ دنیاوی طور پر بڑا آدمی ہے یا نہیں۔ اسلام میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عزت اسلئے نہیں کہ وہ مالدار آدمی تھے۔ بلکہ اسلئے ہے کہ وہ متقی انسان تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ۔ حضرت خبیبؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ اور ہزاروں دیگر

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم یقیناً اسلام میں "بڑے آدمی" تھے یہاں تک کہ سلاطین و ملوک کی گردنیں بھی انکا نام آتے ہی مارے ادب کے جھک جاتی ہیں۔ لیکن یہ سب غریب تھے۔ اور دنیاوی نقطہ نگاہ سے بڑے آدمی نہ تھے۔ خود چیمہ صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب امروہی کا نام لیا ہے لیکن کیا یہ دونوں آپ کے نزدیک دنیاوی نقطہ نگاہ سے عظیم الشان ہستیاں تھیں یا محض دینی نقطہ نگاہ سے؟ (باقی)

ہم آئین کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرینگے

وزیر اعظم کا اعلان

کراچی ۱۷ مارچ وزیر اعظم سہروردی نے کل قومی اسمبلی میں اعلان کیا کہ میری حکومت صوبائی خود مختاری کے خلاف نہیں اور وہ صوبائی حکومتوں کو ایسے تمام اختیارات تفویض کرتی رہے گی۔ جو پاکستان کی سالمیت اور استحکام سے متصادم نہ ہوں لیکن مرکزی حکومت یہ اجازت نہیں دے سکتی کہ علاقائی یا صوبائی خود مختاری کے نعرے سیاسی پراپیگنڈے اور سٹنٹ کے طور پر استعمال کئے جائیں۔

مسٹر سہروردی نے یقین دلایا کہ ان کی حکومت آئین پر کبھی زد نہیں پڑنے دیگی اور اس کی خواہش یہی رہے گی کہ مغربی پاکستان میں بالآخر جو وزارت بھی قائم ہو وہ مضبوط اور مستحکم ہو

وزیر اعظم سہروردی آج قومی اسمبلی میں مسلم لیگی لیڈر میاں ممتاز دولتانہ کی پیش کردہ تحریک التواء پر بحث کا جواب دے رہے تھے۔ اس تحریک کے ذریعہ صدر مملکت کے اس حکم کو ہدف تنقید بنایا گیا جس کی رو سے ڈاکٹر خانصاحب۔ سردار عبدالرشید اور پیرزادہ عبدالستار کو چھ ماہ کے لئے قومی اقتصادی کونسل کا از سر نو رکن مقرر کر دیا گیا ہے۔ میاں ممتاز دولتانہ نے اپنی تحریک التواء پیش کرتے وقت یہ موقف اختیار کیا کہ اس سلسلہ میں کابینہ نے صدر کو آئین کی دفعہ ۲۳ کے تحت متعلقہ قاعدے میں ترمیم کا مشورہ دے کر آئین کے اغراض و مقاصد کی خلاف ورزی کی ہے۔ وزیر اعظم سہروردی۔ وزیر خارجہ ملک نون۔ وزیر خزانہ سید امجد علی اور وزیر تجارت ابوالمنصور احمد نے مسٹر دولتانہ کی تحریک التواء کی مخالفت کی۔ زیادہ تر مسٹر کھوڑو اور میاں افتخار الدین نے مسٹر دولتانہ کی

تازہ فہرست رقوم فدیہ رمضان

(از مؤرخہ ۵/۴/۵۷ تا مؤرخہ ۱۱/۴/۵۷)

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

ذیل میں فدیہ رمضان کی ان رقوم کی دوسری قسط درج کی جاتی ہے جو سابقہ اعلان کے بعد میرے دفتر میں موصول ہوئی ہیں۔ وہ فدیہ جو حقیقی معذوری کی صورت میں روزوں کے بدلہ میں ادا کیا جاتا ہے وہ بھی اسلامی تعلیم کے مطابق عبادت میں داخل ہے کیونکہ وہ روزوں کا قائمقام ہوتا ہے۔ پس میری دعا ہے کہ اللہ تعالے ان رقوم کے بھجوانے والوں کی اس عبادت کو قبول فرمائے اور ان کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ جو بہن بھائی فدیہ ادا کرنے کے بعد پھر دوبارہ اپنی صحت میں بحالی کی صورت دیکھیں اور روزے کی طاقت عود کر آئے انہیں چاہئیے کہ دل میں یہ نیت رکھیں کہ اگر اور جب روزہ کی طاقت عود کریگی تو روزہ رکھ کر خدا تعالے کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ اصل عبادت روزہ ہے اور فدیہ صرف معذوری کی صورت میں اس کا قائم مقام ہے۔ فقط والسلام

(سلسلہ کیلئے دیکھیں الفضل ۱۸/۴/۵۷)

خاکسار مرزا بشیر احمد - ربوہ ۱۳/۴/۵۷

(۳۴) صالحہ خاتون صاحبہ اہلیہ رحمت علی صاحب سرگودھا بذریعہ ڈاکٹر حافظ بھائی محمود احمد صاحب (افطاری) ۱۰-۰-۰
(۳۵) امام علی صاحب صاحب سیکرٹری مال۔ بجھرہ ضلع شاہ پور (فدیہ رمضان) ۱۰-۰-۰
(۳۶) مرزا محمد اسمٰعیل صاحب چمن بلوچستان 〃 ۱۵-۰-۰
(۳۷) حبیب اللہ خاں صاحب ڈی۔ سی۔ ہوئی سکولز ڈیرہ غازیخاں 〃 ۲۰-۰-۰
(۳۸) اہلیہ صاحبہ عنایت اللہ صاحب فاروق کٹلری ورکس نظام آباد 〃 ۲۰-۰-۰
(۳۹) چوہدری عبدالستار صاحب گورنمنٹ کوارٹرز چوبرجی لاہور 〃 ۳۰-۰-۰
(۴۰) بیگم چوہدری غلام اللہ صاحب گلبرگ روڈ لاہور 〃 ۲۵-۰-۰
(۴۱) بیگم میاں محمد احمد خانصاحب ربوہ 〃 ۳۰-۰-۰
(۴۲) خاں صاحب مولوی فرزند علی صاحب (فدیہ رمضان) ۴۰-۰-۰
(۴۳) اہلیہ صاحبہ شیخ بشیر احمد صاحب انسپکٹر پولیس لاہور 〃 ۱۰-۰-۰
(۴۴) خیرالدین صاحب آڑھتی بدوملہی ضلع سیالکوٹ 〃 ۲۰-۰-۰
(۴۵) محمد خانصاحب سوداگر چرم نذیر آباد بذریعہ غلام احمد و برکت علی صاحبان 〃 ۱۵-۰-۰
(۴۶) اہلیہ صاحبہ 〃 〃 〃 〃 ۱۵-۰-۰
(۴۷) نذیر بیگم صاحبہ اہلیہ غلام احمد صاحب 〃 〃 〃 ۱۵-۰-۰
(۴۸) بشیر بیگم صاحبہ اہلیہ اکبر علی صاحب 〃 〃 〃 ۱۵-۰-۰
(۴۹) والدہ صاحبہ بیگم کرنل ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب لاہور 〃 ۲۰-۰-۰
(۵۰) نصیر احمد صاحب بھٹی راولپنڈی خود و اہلیہ صاحبہ خود (فدیہ رمضان) ۳۰-۰-۰
(۵۱) شیخ مختار نبی صاحب گوجرانوالہ حال شاہدرہ 〃 ۱۵-۰-۰
(۵۲) اہلیہ صاحبہ ظفر اللہ خانصاحب مجاہد کلاتھ ہاؤس لائلپور 〃 ۱۰-۰-۰
(۵۳) امۃ الحمید صاحبہ زوجہ محمود احمد خاں صاحب لاہور 〃 ۲۰-۰-۰
(۵۴) والدہ عبدالقدیر صاحب دھوبی گھاٹ لائلپور 〃 ۲۵-۰-۰
(۵۵) شیخ عظیم الدین صاحب سوداگر چرم رادھن سندھ حال ساہیوال 〃 ۲۰-۰-۰
(۵۶) مکرم سراج دین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سمبڑیال 〃 ۱۰-۰-۰
(۵۷) اہلیہ سلطانہ صاحبہ دختر ملک غلام نبی صاحب کیمبل پور 〃 ۲۰-۰-۰
(۵۸) اختر النساء بیگم صاحبہ 〃 〃 〃 ۵-۰-۰
(۵۹) جلال خاتون صاحبہ بیوہ ملک عبدالغنی صاحب کیمبل پور (فدیہ رمضان) ۱۵/-/-
(۶۰) حکیم محمد زاہد صاحب امیر جماعت منٹگمری (فدیہ رمضان) ۳۰/-/-
(۶۱) ڈاکٹر قاضی محمد منیر صاحب امرتسری لاہور (فدیہ رمضان) ۴۰/-/-
(۶۲) مولوی عبدالغنی صاحب امیر جماعت جہلم ایک دوست کی طرف سے۔ (فدیہ رمضان) ۳۰/-/-

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴